عُلماءِ ہند کا شاندار ماضی

جلد اوّل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، آپ کے معاصرین کرام اور خلفاءِ عظام کے حالات و کمالات اور اصلاحی کارنامے

از

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مُحدّث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلّف کتبِ کثیرہ

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی

عُلماءِ ہند کا شاندار ماضی

(مفصل)

حضرتِ مجددِ الفِ ثانی قدس اللہ سرہ العزیز، آپ کے معاصرینِ کرام، خلفاءِ عظام اور خلفاءِ خلفا

۲۵۰

نیز سلطنتِ مغلیہ کے عظیم الشان چار تاجداروں کے حالات، اس دو صد و پنجاہ سالہ دور کے

سیاسی و معاشی رجحانات و مقتضیات، علماءِ اُمت کی مجاہدانہ اصلاحی سرگرمیاں اور اُن کے

نتائج وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے؛

○

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث، فقیہ، مورخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلفِ کتبِ کثیرہ

○

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی

(باجازت مصنف صاحبزادہ مصنف مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ)

سالِ اشاعت ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۱ء

نام کتاب .... "علماءِ ہند کا شاندار ماضی" جلد اول

نام مصنف .... حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ

ناشر .... مکتبہ رشیدیہ کراچی ۱

مطبع .... المحزن پرنٹرز کراچی ۱

تعداد .... ایک ہزار (۱۰۰۰)

صفحات .... (۵۹۲)

ملنے کے پتے

مکتبہ رشیدیہ .... نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی ۱

مکتبہ محمودیہ .... کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ .... الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ .... اردو بازار لاہور

نذر

ایک ناکارہ و سرگرداں نے دیدہ ریزی اور دل سوزی سے ہزارہا اوراق کو پلٹ کر ایک مجموعہ مرتب کیا ہے۔ پورے عجز و انکسار اور اعتراف تقصیر کے ساتھ اس حقیر ہدیہ کو ان اکابر ملت کی خدمت میں پیش کر رہا ہے جن کی سبق آموز اور مقدس سوانح حیات کے چند ذرات سے یہ مجموعہ مرکب ہے اور التجا ہے

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

مقصد

ہم نے اپنے مقدس اکابر کو زہد، تقشف، چلہ کشی، شب بیداری، سبحہ خوانی، سجدہ ریزی کے چشمہ سے دیکھا تو بہت جلیل القدر اور عظیم الشان نظر آئے۔ آئیے اب مکہ کی مظلومیت، طائف کی مقہوریت، ہجرت وطن، ترک اقارب، غار ثور کی روپوشی، بدر کی نصرت، اُحد کی شہادت، فتح مکہ کی مسرت، حنین و ثقیف کی سطوت، تبوک کی شوکت وغیرہ وغیرہ شئون جہاد و سیاست کے چشمہ سے نظر ڈالیں کیسے نظر آتے ہیں

ہمارا حال ماضی کا ثمرہ اور مستقبل کا سنگ بنیاد ہے — آئیے

تاریخ ماضی سے اپنے مستقبل کے لیے کچھ سبق حاصل کریں

الداعی

محمد میاں عفی عنہ

۱۵ شوال ۱۳۵۸ھ

وسلم داشت و رسید سیّد محمد را نیز بود۔ فرق ہمیں ست کہ آنجا بالاصالت بود، و ایں جا بہ تبعیت۔ و بہ تبعیت رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شد (تذکرہ صفہ ۳۰)۔

مصنف "تذکرہ" تحریر فرماتے ہیں:

لیکن شیخ صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ سیّد صاحب موصوف نے یہ باتیں خود کہیں یا اُن کے مریدین کا استنباط اور پیر پرستانہ منقبت سرائی ہے۔ خود سیّد موصوف نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ "اُمّ العقائد" جو اُن کی جانب منسوب ہے وہ بھی اُن کے مریدوں کی لکھی ہوئی ہے۔ صاحب "ہدیہ مہدویہ" نے اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور ان میں بلاشبہ اس طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن قطع نظر وسعتِ میدانِ تاویل کے ان کا انتساب خود سیّد محمد کی جانب مشکوک و محلِ نظر ہے (تذکرہ صفہ ۳۰)۔

بر تقدیرِ صحت انتساب مولانا ابوالکلام آزاد ان کلمات کو حالتِ سُکر و جذب کے شطحیات پر محمول کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم جنید و شبلی و عطار ہم مست
لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق
داوری خواہم مگو یا رب کرا داور کنم؟

مولانا آزاد نے بطور فیصلہ بڑی اچھی بات فرمائی ہے۔

بڑی دقّت ان لوگوں کو معانی کی فراوانی و وسعت اور الفاظ کی تنگنائی و نامساعدت سے پیش آتی ہے۔ ناچار ہنگامِ تعبیر و بیان جو الفاظ سامنے آجاتے ہیں، انہیں سے کام لینا پڑتا ہے۔ نافہموں کے لئے وہ الفاظ فتنہ بن جاتے ہیں۔ مقلّدین اور معتقدین اُن کو حجت گردانتے ہیں، اور منکرین و متعصبین آلۂ انکار و تکفیر۔ لیکن اربابِ حق و اقتصاد یا تو اُن کی تاویل کرتے ہیں یا ان کے معاملہ کو عالم السرائر کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ البتہ عمل و اعتقاد بہر حال بر ... ظواہرِ شریعت و ظواہرِ نصوصِ کتاب و سنّت پر ہے۔ اور ان کے سوا کوئی نہیں جو

معیارِ حق و باطل اور حجّۃ و برہان ہو (تذکرہ صفہ ۳۳)

چنانچہ اکثر اہل اللہ اور علماء حق کی نسبت منقول ہے کہ سیّد محمد جونپوری اور ان کی جماعت سے حسنِ ظن رکھتے تھے، یا اقلّاً ان کے بارے میں توقف اور سکوت کو کام میں لاتے تھے۔

حضرت شیخ داؤد جہنی وال اور مولانا جمال الدین کی رائے چند صفحات کے بعد ملاحظہ[1] سے گذرے گی۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بہت بڑے عالم تھے اور جن کا ترجمہ اخبار الاخیار اور مآثر الکرام میں موجود ہے، اُن کے سامنے جب سیّد موصوف اور ان کے بعض اتباع[2] کی تکفیر کا فتویٰ پیش کیا، تو دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جو جماعت دُنیا کو چھوڑ کر وقفِ حق پرستی ہے، میرا قلم اُس کی مخالفت میں نہیں اُٹھ سکتا۔ شیخ علی متقی نے اگرچہ فرقۂ مہدویہ کے غلو اور محدثات کی ردّ میں رسالہ لکھا، لیکن خود سیّد صاحب موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کفِ لسان اولیٰ ہے۔

شیخ بڈھا دانا پوری کہ اس عہد کے استاذ الاساتذہ تھے، اور سیّد رفیع الدین محدّث کہ بہ یک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے، شیخ عبدالقادر بدایونی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ "با مہدویہ حسنِ ظن داشتند"۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا قول شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سیّد محمد "عالمِ حق" اور "واصل باللہ" تھے۔ بعض خواطر اور وارداتِ اُن پر ایسے گذرے کہ اُن کے درک و فہم میں درماندہ و عاجز رہ گئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑ گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا ہو۔

حضرت مجدد صاحب اور مرزا مظہر جانجاناں سے بھی ایسا ہی منقول ہے (تذکرہ صفہ ۴۰ جلد ۱)۔

---

[1] چند صفحات بعد اس کتاب میں بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ [2] یعنی وہ حضرات جو سیّد صاحب کی شطحیات کو جزوِ دین نہیں تسلیم کرتے تھے۔ البتہ جو لوگ خلافِ شرع اُمور اور کلمات کو جزوِ دین بنالیں اُن کے زندقہ اور کفر و الحاد میں کس کو تامل ہو سکتا ہے۔

صاحبِ تذکرہ فرماتے ہیں :

میرا خیال یہ ہے کہ سید محمد اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ میں مہدی ہوں ، اور ملک کی جو حالت اس وقت ہو رہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی ہی کے ظہور ہی کی متقضی اور منتظر تھی۔ نہ کہ ایک مضل اور دجال کی۔ البتہ غلطی یہ ہوئی کہ لفظ مہدی کو انھوں نے مہدی آخرالزماں سمجھ لیا۔ کیونکہ شہرت و انتظار عام طور پر اسی مہدی کی نسبت ہے ، اور جب لفظ مہدی بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور یہ رائے بھی اس صورت میں ہے جب کہ خود اُن کی نسبت مہدی آخرالزماں ہونے کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جائے۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ اُن کے قلب پر جو وارد گذرا ہو، وہ صرف یہ ہو کہ " انت المهدی " یعنی تو ہدایت یافتہ ہے۔ اور اسی کا انھوں نے اظہار کیا ہو اور معتقدین نے شہرتِ عام کی بنا پر مہدی آخرالزماں سمجھ کر تمام علامات و آثار مرویّہ کو اُن پر چسپاں کرنا شروع کر دیا ہو۔ (" تذکرہ۔ حاشیہ ص ۱۴۰ و ۱۴۱) ۔

خاکسار کاتب الحروف کے خیال میں یہ دعوے زلۃ اور لغزش سے کسی حال میں بھی خالی نہیں۔ لغوی معنی کا لحاظ کیا جائے تو سیّد محمد ہی کی کیا تخصیص ہے ، ہر ایک کفر و جہل گمراہی اور ضلالت کے مقابلہ میں مسلمان کا قلبی اذعان و یقین اور رُوحانی اطمینان و سکون یہی ہونا چاہیئے کہ انا المهدی " میں ہی ہوں ہدایت یافتہ "

اور صرف ایک آواز غیبی نہیں ، بلکہ رب العالمین اور معبود برحق کی مخلوقات کے ہر ایک ذرہ کی یہی آواز اس کے گوشِ دل میں پڑنی چاہیئے کہ " انت المهدی " اور بلاشبہ اگر اس کا دامنِ عقیدت ایمان بالغیب کی دولت سے پُر ہے ، اقامۃ الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے عملی گلدستوں سے وہ آراستہ ہے ، انبیاء سابقین اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پیش فرمودہ کتابوں پر ایمان رکھتا ہے تو کلامِ الٰہی کی سب سے بڑی سورت کی سب سے پہلی آیت اس کے ہدایت یافتہ اور مفلح و کامیاب ہونے کی بشارت دے رہی ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

لیکن کیا اس کو یہ بھی حق پہنچتا ہے کہ اہلِ اسلام کے سامنے اپنی مہدویت کا اعلان کرتے ہوئے اُن کو اس کے تسلیم کرنے کی دعوت دے۔

لفظ مہدی ' احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص اصطلاح یا خاص لقب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

وہی حدیث جو مہدی کے متعلق پیشین گوئی ہے ، خاص خاص علامتوں کو بیان کرکے اُس کی تشخیص اور تعیین کرتی ہے۔ مثلاً عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی شدید جنگ ہوگی۔ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا ہوگا۔ یہ مہدی خزائن اور دفائنِ کعبہ کو تقسیم کرے گا۔ کامیاب جہاد کا علمبردار ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب کوئی سید یا شیخ ان تمام علامتوں کو نظر انداز کرکے اس پیشین گوئی کے صرف لفظ مہدی کو منتخب کرے تو کیا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ والی مثال اس پر چسپاں نہ ہوگی ؟

اور کیا کسی متبع سُنّت کی ہمت ہو سکتی ہے کہ فرامینِ نبوت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مقابلہ پر اس قسم کی جرأت کرے۔

اور اگر وہ کسی غیبی بشارت کی بنا پر بھی ایسی بات کہہ رہا ہے تو مسلمانوں کو اور خود اُس کو فیصلہ کرنا ہے کہ اُس کی بشارت کا اعتبار ہوگا یا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش فرمودہ بشارت کا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔

وغیرہ جیسی ازلی اور ابدی تصدیقات ، اس تہی دامان وحی و الہام کے پاس ہیں یا رب العالمین کے اُس کامل و مکمل بندے کے پاس جس کو شاہد و مبشر بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

بحث کی جاتی ہے کہ لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے کسی لفظ کے اطلاق میں کیا خرابی ہے ؟

لیکن جب ایک رکیک ترین ، اور تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور نظامِ حکومت

صاحبِ تذکرہ فرماتے ہیں :

میرا خیال یہ ہے کہ سید محمد اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ میں مہدی ہوں ، اور ملک کی جو حالت اس وقت ہو رہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی ہی کے ظہور ہی کی متقضی اور منتظر تھی۔ نہ کہ ایک مضل اور دجّال کی۔ البتہ غلطی یہ ہوئی کہ لفظ مہدی کو انھوں نے مہدی آخر الزماں سمجھ لیا۔ کیونکہ شہرت و انتظار عام طور پر اسی مہدی کی نسبت ہے ، اور جب لفظ مہدی بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور یہ رائے بھی اس صورت میں ہے جب کہ خود اُن کی نسبت مہدی آخر الزماں ہونے کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جائے۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ اُن کے قلب پر جو وارد گذرا ہو، وہ صرف یہ ہو کہ "انت المھدی" یعنی تو ہدایت یافتہ ہے۔ اور اسی کا انھوں نے اظہار کیا ہو۔ اور معتقدین نے شہرتِ عام کی بنا پر مہدی آخر الزماں سمجھ کر تمام علامات و آثار مرویّہ کو اُن پر چسپاں کرنا شروع کر دیا ہو۔ (تذکرہ۔ حاشیہ ص۲۰ و ۲۱)۔

خاکسار کاتب۔ الحروف کے خیال میں یہ دعوے زلّۃ اور لغزش سے کسی حال میں بھی خالی نہیں۔ لغوی معنی کا لحاظ کیا جائے تو سید محمد ہی کی کیا تخصیص ہے ، ہر ایک کفر و جہل گمراہی اور ضلالت کے مقابلہ میں مسلمان کا قلبی اذعان و یقین اور رُوحانی اطمینان و سکون یہی ہونا چاہیئے کہ انا المھدی "میں ہی ہوں ہدایت یافتہ"

اور صرف ایک آواز غیبی نہیں ، بلکہ رب العالمین اور معبود برحق کی مخلوقات کے ہر ایک ذرہ کی یہی آواز اس کے گوشِ دل میں پڑنی چاہیئے کہ "انت المھدی" اور بلاشبہ اگر اس کا دامنِ عقیدت ایمان بالغیب کی دولت سے پُر ہے ، اقامۃ الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے عملی گلدستوں سے وہ آراستہ ہے ، انبیاء سابقین اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پیش فرمودہ کتابوں پر ایمان رکھتا ہے تو کلامِ الٰہی کی سب سے بڑی سورت کی سب سے پہلی آیت اس کے ہدایت یافتہ اور مفلح و کامیاب ہونے کی بشارت دے رہی ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

لیکن کیا اس کو یہ بھی حق پہنچتا ہے کہ اہلِ اسلام کے سامنے اپنی مہدویت کا اعلان کرتے ہوئے اُن کو اس کے تسلیم کرنے کی دعوت دے۔

لفظ مہدی ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص اصطلاح یا خاص لقب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

وہی حدیث جو مہدی کے متعلق پیشین گوئی ہے ، خاص خاص علامتوں کو بیان کرکے اُس کی تشخیص اور تعیین کرتی ہے۔ مثلاً عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی شدید جنگ ہوگی۔ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا ہوگا۔ یہ مہدی خزائن اور دفائن کعبہ کو تقسیم کرے گا۔ کامیاب جہاد کا علمبردار ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب کوئی سید یا شیخ ان تمام علامتوں کو نظر انداز کرکے اس پیشین گوئی کے صرف لفظ مہدی کو منتخب کرے تو کیا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ والی مثال اس پر چسپاں نہ ہوگی؟

اور کیا کسی متبعِ سُنّت کی ہمت ہو سکتی ہے کہ فرامینِ نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مقابلہ پر اس قسم کی جرأت کرے۔

اور اگر وہ کسی غیبی بشارت کی بنا پر بھی ایسی بات کہہ رہا ہے تو مسلمانوں کو اور خود اُس کو فیصلہ کرنا ہے کہ اُس کی بشارت کا اعتبار ہوگا یا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش فرمودہ بشارت کا۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ۔

وغیرہ جیسی ازلی اور ابدی تصدیقات ، اس تہی دامان وحی والہام کے پاس ہیں یا رب العالمین کے اُس کامل و مکمل بندے کے پاس جس کو شاہد و مبشر بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

بحث کی جاتی ہے کہ لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے کسی لفظ کے اطلاق میں کیا خرابی ہے؟

لیکن جب ایک رکیک ترین ، اور تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور نظامِ حکومت

میں جس میں بہتر سے بہتر خدمت اور زیادہ سے زیادہ جاں نثاری اور جاں سپاری کے معاوضہ میں چند الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ہز ہائی نس، ہز ایکسیلینسی، نائٹ، سَر وغیرہ تو یہ جائز نہیں ہوتا کہ الفاظ کو ہر شخص استعمال کرنے لگے، اور بلاشبہ بہت بڑی مکّاری، عیّاری، بغاوت اور جعل سازی ہوگی کہ بارگاہِ شہنشاہیت کا راندہ اور خارج شدہ یا وہ گمنام حقیر اور فقیر بے نوا جو بارگاہِ شہنشاہی کا رُخ بھی نہ کر سکتا ہو، اپنے متعلق "ہز ایکسیلینسی" کا دعویٰ کرکے عام باشندگانِ مُلک سے اسی اعزاز و توقیر اسی اطاعت اور فرماں برداری کا خواہاں ہو، جو کسی ہز ایکسیلینسی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ تو اب آپ غور فرمایئے کہ اُس شخص کی چال بازی، مکّاری اور دغابازی کس درجہ مستحقِ لعنت ہوگی جو اُس مقدس، محکم، ازلی اور ابدی نظام کے کسی خطاب[1] کو جس کے ساتھ دنیاوی اور اُخروی عظمتیں اور سعادتیں پیوست ہیں اور جس کے ہر ایک شوشہ کے ساتھ غیر فانی نعمتوں کے غیر منقطع سلسلے وابستہ کر دیئے گئے ہیں، خود سے اپنے لئے اختیار کرے۔ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ (قرآن حکیم)

بلاشبہ یہ جعل، یہ تصنّع، یہ اختراع اُس اعلیٰ اور اقدس نظام کے حق میں انتہائی دیدہ دلیری، انتہائی گستاخی اور غیر قابلِ عفو جسارت ہے۔

یہی سبب ہے کہ احادیثِ نبویہ میں ہر ایسے شخص کو دجّال یعنی جعلساز اور سازشی قرار دیا گیا، جو اپنے لئے لفظ نبی کا اطلاق کرے۔ اگرچہ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں بھی گنجائش نکل سکتی تھی۔

لفظ مہدی اگرچہ لفظ نبی کے لحاظ سے بہت ادنیٰ ہے۔ لفظ نبی کا اطلاق کفر اور اسلام کا معیار بن جاتا ہے۔ کیونکہ بلا تفریق و تقسیم ہر ایک برحق نبی پر ایمان واجب ہے۔

[1] باری تعالیٰ عزّ اسمہ کے مخصوص اسماء مثلاً رحمٰن، صمد، عالم الغیب وغیرہ کی بھی یہی شان ہے اور یہی سبب ہے کہ علماء اور فقہاء شریعت نے کسی انسان کے لئے ان الفاظ کا اطلاق "ناجائز" حرام اور بعض صورتوں میں کفر قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ محمد میاں عفی عنہ

کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ، اور لفظ مہدی یہ معیاری حیثیت یقیناً نہیں رکھتا۔ مگر تاہم غیر مستحق اور غیر جائز ادعا کا ارتکاب ہے۔

حضرت مجدد صاحب کا وسیع اور فسیح ظرف اس لحاظ سے بھی قابلِ صد ستائش و مستحق ہزار تحسین ہے کہ ہر ایک کارخانۂ عجیب و غریب کے مشاہدہ و ملاحظہ کے باوجود آپ کا پائے استقامت اس حد سے آگے نہیں بڑھا جو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بشارتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے قائم فرما دی تھی۔

شیخ عبداللہ نیازی اور شیخ علائی اس جملہ معترضہ کے بعد ہم پھر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سیّد محمد جونپوری کے انتقال کے بعد اُن کی جماعت اور زیادہ پھلی پھولی، اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوئے۔ ازانجملہ شیخ عبداللہ نیازی اور اُن کے مُرید شیخ علائی رحمہما اللہ تھے، جنھوں نے بیانہ میں قیام کیا، اور اپنے عِلم حق اور اخلاص و ایثار کی تاثیر سے سینکڑوں جانبازوں اور حق پرستوں کو معتقد و مرید بنا لیا۔ مُلا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصّل حالات لکھے ہیں۔ مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بضمن حالات حضرت شیخ داؤد ملتی ہے۔

شیخ عبداللہ نیازی اُس زمانہ کے ایک مشہور پیرِ طریقت اور شیخ سلیم چشتی کے سربرآوردہ خلفاء میں سے تھے۔ لیکن بعد کو مہدوی ہوگئے اور مشیخت و زہد فروشی کا تمام کاروبار تاراج کرکے درویشی و نامرادی کی وضع اختیار کر لی۔

در خرمنِ صد زاہد و عاقل زند آتش
آں داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم

بیانہ میں شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا۔ وہیں مٹی کا جھونپڑا بنا لیا اور مقیم

[1] تذکرہ ص۲۱ تا ۲۹ و ص۵۳ تا ۵۶ بحذف و اختصار۔

ہوگئے۔ اپنے ہاتھ سے پانی بھرتے۔ مشکے سر پر اُٹھا کر لے جاتے۔ پیاسوں کو پانی پلاتے اور نمازیوں کو وضو کرا دیتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بوجھ اُٹھائے جا رہے ہیں تو اُن سے چھین کر خود اُٹھا لیتے اور کوسوں دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے۔

یا مُسبک رُوحانی کن آمیزش کہ ماندی چوں تو راہ
بارِ غم بر دوشِ دل منزل بمنزل مے برند

نماز کا وقت آتا تو لکڑہاروں اور سقّوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے۔ کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذرِ معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا، تو اپنی کمائی اس کو دے دیتے، اور منّت وزاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھو۔ وہ پڑھ لیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہان کی بادشاہت اُس نے دے دی۔

روز بروز یہ حالت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ عشقِ خالق اور خدمتِ خلق کے سوا اور کسی سے واسطہ نہیں رہا۔

دو عالم از اثرِ شعلۂ جمالش سوخت
جز متاعِ محبت کہ در پناہِ من ست

اسی زمانے میں اطرافِ بہار کے ایک عالی خاندان پیرزادے شیخ علائی تھے کہ علم وفضلِ ظاہری کے ساتھ مشیخت وطریقت کی شہرت وشوکت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اور یکتائی کے دعوے اور بے ہمتائی کے غرور میں ایسے مہیب تھے کہ علم وفضل کی بڑی بڑی سرکش گردنوں کو اُن کے سامنے بے اختیار جھک جانا پڑتا تھا۔ مدّتوں طرح طرح کی سخت ریاضتیں کی تھیں۔ عوام وخواص میں اُن کے مجاہدات کی دھوم تھی۔ بایں ہمہ نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ فقیری کے سجادے پر فرعونیت کا تاج پہن کر بیٹھے تھے، اور جس عالم وصوفی کی طرف لوگوں کو ذرا بھی مائل پاتے تھے، فوراً اپنے مریدوں کی فوج لے کر چڑھ دوڑتے تھے۔ کبھی بحث ومناظرہ کے زور سے، کبھی سوءِ

اعتقاد کے الزام سے، کبھی اور کوئی حیلہ وبہانہ کر کے اس طرح ذلیل ورسوا کر دیتے کہ غریب شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا۔

ایک دنیادار فاسق اور دنیا پرست عالم میں یہی فرق ہے کہ وہ اپنی ہوا پرستیوں کو اعترافِ فسق کے ساتھ انجام دیتا ہے، اور دوسرا دین داری اور احتسابِ شرعی کی ظاہر فریبی سے۔

تا بغایت ما ہنر پنداشتیم   عاشقی ہم ننگ عالے پردہ ست

شیخ علائی کا خاندان بھی عرصے سے بیانہ میں مقیم تھا۔ قضارا ایک دن شیخ نیازی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ان کا طور طریق دیکھا تو اور ہی عالم نظر آیا۔ اور پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔ اپنے مریدوں سے کہا۔ خدا پرستی کی اصلی راہ یہ ہے۔ آج تک جو کچھ ہم کرتے رہے، وہ خدا پرستی کے نام سے نفس پروری اور بُت پرستی تھی۔ میں تو اس فقیرِ بے نوا کا ساتھ دیتا ہوں۔ جس کو اللہ کی طلب ہو میرا ساتھ دے۔

آں دل کہ رم نبودے از خُوبرو جوالاں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

شیخ نیازی سے پوچھا کہ طالبِ حق کی راہ کیا ہے۔ کہا کہ اپنا سب کچھ لُٹا دو اور متاعِ عجز وشکستگی اور سرمایۂ نامرادی وخود فروشی کے سوا کچھ باقی نہ چھوڑو۔

دع نفسك ثم تعال

عشقِ بتان وخویشتن فروش   کہ ازیں خُوب تر تجارت نیست

اس کے بعد شیخ کی حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔ آبا و اجداد کے سجادہ مشیخت و مسندِ علم کو مع اُن کے تمام ساز وسامان، غرور وپندار کے تاراج کر کے شیخ نیازی کے ساتھ ہو لئے۔ سامان واسبابِ دُنیوی میں سے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی یا خود پرستیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے سامنے کسی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے، یا اب خاکساری اور بے نوائی کا یہ حال ہوا کہ مسلمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے میں بھی عار نہ تھا۔